

كَلِمَةُ الْوَاقِفِ يَوْمَهُ

ادا جعفی



# غالب پبلیشورز کی مطبوعات

شفیق الرحمن۔ ب/ب	د جبلہ
۱۵/- "	کرنیں
۱۵/- "	لہیں
۱۶/- "	شکوفے
۱۵/- "	پچھتاوے
۱۵/- "	پرواز
۱۵/- "	مدو جزر
۲۵/- "	حماقیں
۲۵/- "	مزید حماقیں
۱۵/-	انسانی تماشا
۱۸/- احمد نیم فاکی	نیلا نیچھر
کرنل محمد خاں۔ ب/ب	بزم آرائیاں
۳۵/- "	بسلامت وی
۳۰/- "	بجنگ آمد
۵۰/-	مسلم لیگ کا دور حکومت۔ صندر محمود



# غزالاں تم تو واقف ہو

---

ادی جعفری

# غزال تم تو واقف ہو

ادیجعفری

غالب پبلیشورز، لاہور

# جملہ حقوق بحق مصنفہ محفوظ ہیں

ناشر : اسد اللہ غالب

غالب پبلشرز، پوسٹ بجس نمبر ۹، لاہور

دوسری ایڈیشن : ستمبر ۱۹۸۲ء

مطبع : کمائن پرنٹرز، لاہور

کتابت : عبد الحمید بھٹی

قیمت : ۳۶ روپے

عامر، عزّمی،

صیحہ اور زبیر

طلوع رنگ و دل آدیزئی بھار کے نام  
محبتوں کے ہر اک خواب و اعتبار کے نام  
نئی سحر کے سفراں ذمی و فتار کے نام

# ساز و بُرگ

- انتساب ۵
- مسجدِ اقصیٰ ۱۳
- سال ۱۹۶۸ء
- رنگ کے روپ ہزار ۲۱
- آگے حیمِ عمر سے کرنی راستہ نہ تھا ۲۵
- آج بھی ۲۶
- اے مصطفیٰ سادہ ۲۹
- مطلوب زندگی کو ابھی امتحان نہیں ۳۲
- پھول صحراء میں کھلتے ہوں گے ۳۴
- مزاج دمرتبہ چشم نم کو پہچانے ۳۶
- آپ پہا ۳۸
- دل صندی ہے ۳۹
- دہ اعتمادِ خرستے ستم بھی بہانہ ساز ۴۱
- کہتے ہیں کہ اب ہم سے خطا کاریست ہیں ۴۳
- کرنی آئیں ۴۵
- سروادش ۴۹

۵۳

○ جی نہ چاہا اسے بھلانے کو

۵۵

○ الفتح

## سفرنامہ

۶۱

○ صنم کدوں کی سرز میں

۶۲

○ رسم تعارف

۶۴

○ تضادِ رنگ

۶۹

○ زخمِ تماث

۷۲

○ دید کا لمحہ

۱۹۴۹ء، نومبر

۷۷

○ ابھی تو شبِ خون نہیں ہوا ہے

۸۱

○ گفتار میں بے ساختہ پن اب بھی وہی ہے

۸۳

○ یہ حکم ہے، تری را ہوں میں دوسرا نہ ملے

۸۵

○ اور وہ سے داستانِ بہار و صبا کیں

۸۷

○ میری مجبورِ وفا

۸۸

○ لہولہ راستے

۹۱

○ کس کس نے ساتھ چھوڑ دیا دھوپ چھاؤں میں

۹۳

○ گواہی

۹۵

○ تازِ دن کا بہت سبھی بیمیں توڑنا پڑا

سال ۱۹۶۳ء، ۲۷ نومبر

۹۹

○ ناپشیخاں

۱۰۵

○ حدودِ ذات کے صحرائیں کیوں گنواد مبحجے

۱۰۷

○ نہ بام ددشت نہ دریانہ کو ہمارے

۱۰۹

○ شب چراغ آج کہاں سے لا دل

۱۱۱

○ کیوں

۱۱۲

○ آرزو صبا جیسی پیر ہن گلوں ساتھا

۱۱۴

○ کوئی پیچاں نہیں

۱۱۹

○ ترجانتا ہے

۱۲۱

○ آج کی رات کتنی تنہا ہے

۱۲۲

○ دلوں کی راکھ غبارِ جیسیں کی بات کرو

۱۲۷

○ کفارہ

سال ۱۹۶۳ء

۱۲۸

○ اے شرِ عزیزاں

۱۳۱

○ وہی ناصبرِ می آرزو دہی نقشِ پاوہی جادہ ہے

۱۳۳

○ دل پر جاںِ زخم کا احسان کرنی تو ہے

۱۳۵

○ ہم نے بجلائی کس سے کسا

- دلوں کی عرضِ تنا کو اور کیا کتا  
۱۳۷
- گلوں کو چھو کے شیم و عانیں آئی  
۱۳۹
- جو مر باں الفاظ بتتے کس نے نے کس نے کے  
۱۴۱
- آن جانے گلگن کا نام نہ لو  
۱۴۳
- تم نے ایسا کیوں سوچا تھا  
۱۴۵
- کو دے اُٹھے جو اشک تو حس بیاں کیوں  
۱۴۷
- اندازِ نقش پا  
۱۵۰
- دوسرا قدم  
۱۵۲
- رخصت  
۱۵۳
- کہتے ہیں  
۱۵۴
- آنکھوں میں روپِ صبح کی پہلی کرن سا ہے  
۱۵۹
- دیوار  
۱۶۱
- اندھیرا اتنا پڑھا کمکش اتر آئی  
۱۶۲
- بلا دا  
۱۶۳
- خود اپنی ذات سے ہیں شناسیاں تو میں  
۱۶۴
- بنگاہ ادٹ رہوں کا سئہ خبر میں رہوں  
۱۶۹
- اپنا صحرابھی ساختھی لائی  
۱۷۱
- عزالاں تم تو داقت ہو  
۱۷۳

منم که با جگر تشنۀ می نوردم راه  
به وادی که خضر کوزه و عصا اند اختر

(غالب)

## مسجدِ قصصی

ایسا انڈھیر تو پہلے نہ ہوا بھت لاگو!  
لوچراغنوں کی تو ہم نے بھی لزتے دیکھی  
آنڈھیوں سے کبھی سوچ نہ بجھا تھا لاگو!  
آئینہ اتنے مکدر ہو کہ اپنا چپڑہ  
دیکھنا چاہیں تو اعنبیار کا دھوکا کھائیں  
ریت کے ڈھیر پہ ہو محل ارمال کا گماں  
منزلیں کاسٹہ دریوزہ گردی بن جائیں

قافلے لٹتے ہی رہتے ہیں گزگاہوں میں  
 لوٹنے والوں نے کیا عزم سفر بھی لوٹا؟  
 دجلہ خوں تو نئی بات نہیں ہے، یہ کبو  
 وہ جو ڈوبा ہے، سفینہ ہے کہ ساحل ڈوبा  
 جادہ شوق کہ ہے مسجدِ اقصیٰ پہلے  
 دل بھی قبلہ ہے، یہ قبلہ نہ ڈھما تھا پہلے  
 نامناسب تو نہ تھا شعلہ بیاں بھی ہوتے  
 تم مگر شعلہ پہ دل، شعلہ بہ جاں بھی ہوتے  
 تم تو خورشیدِ کبف بختے سر بازارِ دفا  
 کیوں حرفیں نگہِ پیغم تماثلہ ہوئے

کس کی جانب نگران تھے کہ لگی ہے ٹھوکر  
 تم تو خود اپنے مقدر کی عناز بخانے تھے  
 اس صحیفے میں ندامت کیسیں مفہوم نہ بھتی  
 اس خرطی میں ہر ملکت کیسیں مرقوم نہ بھتی  
 رُن سے آتے تھے تو باطلِ ظفر آتے تھے  
 درنہ نیز دل پہ سجائے ہوئے سر جاتے تھے  
 مرٹ نہ پائے تھے بگولوں سے نقوش کفت پا  
 ان رہوں میں ہیں سولوں کے نقوش کفت پا  
 محترم ہے مجھے اس خاک کا ذرہ ذرہ  
 ہے یہاں سرورِ کونین کے سجدے کا نشان

اس ہوا میں مرے آقا کے نفس کی خوشبو  
 اس حرم میں مرے مولا کی سواری بھٹڑی  
 اس کی عظمت کی قسم ارض سماں کھانی  
 تم نے کچھ قبلہ اول کے نگہبان ! سنا ؟  
 حرمت سجدہ گیر شاہ کا فرمان سنا ؟  
 زندگی مرگ عزیزاں کو تو سہ جاتی ہے  
 مرگ ناموس مگر ہے وہ دمکتی بھٹی  
 جس میں جل جائے تو خاکستردل بھی نہ ملے  
 اور تپ جائے تو کنڈن ہے دجود انساں  
 پھر یہ پکھلے ہوئے لمحات کرال تابہ کرال

غزال تم تو اتف ہو  
۱۴

آپ مینارہ انوار میں دھل جاتے ہیں  
عرش سے خاک نشینوں کو سلام آتے ہیں  
خار زاروں کو کسی آبلہ پاکی ہتھ تلاش  
آج پھر رحمتِ یزدال کا سزاوار آتے  
وادیِ گل سے بولوں کا خریدار آتے  
دلق پوش آتے، علاموں کا جہاندار آتے  
پا پیادہ کوئی پھرفتافدہ سالار آتے  
ریگ زاروں میں کوئی تشنہ دہن آتے  
ہوش والوں کوئی تلقین جنوں فرمائے

١٩٦٨

## رنگ کے روپ ہزار

کیس سچا اجلار نگ  
 کیس پھیکا پھیکار روپ  
 کیس چھاؤں رہے کیس دھوپ  
 کبھی زلفوں جیسا جیون بھر کے اندر ھیاروں کار نگ  
 کبھی چاندی جیسی لٹ اور کرلوں جیسا رنگ  
 کوئی جس کا بھاؤ نہ مول  
 یہی سوکھے ہونٹوں ٹوٹے بھوٹے بول  
 یہی رنگ رچے ہے ارماؤں کے توں

کیس آنکھیں ساون بجادوں  
 کیس جدیٹھ اسارتھ کی پیاس  
 کیس پرواٹ کی بھیتی بھیتی چوار  
 کیس اوس بنے کیس آس  
 کیس رنگ جھے اور خوب جھے  
 کیس بد لے سو سو بھیں  
 کبھی اپنا گاؤں کا گاؤں  
 کبھی گھر آنگن پر دلیں  
 رہے رنگ کے روپ ہزار  
 رنگ کے راز بنا ہوں پکھلیں یا نہ کھلیں  
 رات کی گود میں ہر انکھ خمار آلوڈہ

جس طرح رنگِ خزان رنگِ بھار آلو ده  
 اجنبی روپ میں گھُستا ہوا پچان کا رنگ  
 آئینے آئینے سمجھرا ہوا انسان کا رنگ  
 رنگ سو جائے تو خوابوں کا اجالا نہ رہے  
 عمر کو اندازہ احسانِ تمنا نہ رہے  
 دل کے بس میں بھی مداراتِ میجانہ رہے  
 وحشتِ جاں سے کبھی نامہ و پیغام نہ ہو  
 پوری بستی میں کوئی صاحبِ الہام نہ ہو  
 رنگ وہ زلف کے چھٹکے تو گھٹا کسلا تے  
 راہِ دکھلائیں نہ کتے ہوئے روشن سائے

فرض ہوتا ہے یہاں اوس کے قطروں سے صنو  
 رنگ جاگا ہے تو بیسدار ہوئے اہل سبو  
 رنگ پنجتہ ہو تو صحرامیں شہیدوں کا لبو  
 رنگ سبھے ہوئے ہاتھوں میں عزیمت کا دیا  
 ڈوبتے چاند سے خورشید کا پیمان وفا  
 رنگ چپکا ہے تو نکھرا ہے فنوں کا رشتہ  
 رنگ کھو جائے تو کھو جائے جنوں کا رشتہ  
 آنکھ میں ہے تو بھر رنگ شرار آلو دہ  
 آنکھ سے گر کے مگر رنگ نغمہ بار آلو دہ



آگے حریمِ غم سے کوئی راستہ نہ تھا  
اچھا ہوا کہ ساتھ کسی کو لیا نہ تھا

دامانِ چاک چاک گلوں کو بنا نہ تھا  
دل کا جو رنگ تھا وہ نظر سے چھپا نہ تھا

رنگِ شفت کی دھوپ کھلی بختی و تم قدم  
مقتل میں صبح دشام کا منظر جُدا نہ تھا

کیا بوجھ تھا کہ جس کو اٹھائے ہوئے تھے لوگ  
مُڑ کر کسی کی سمت کوئی دیکھیت نہ تھا

کچھ اتنی روشنی میں بھتے چہروں کے آئنے  
دل اُس کو ڈھونڈتا تھا جسے جانتا نہ تھا

کچھ لوگ شرمسار، خدا جانے، کیوں ہوتے  
اپنے سوا ہمیں تو کسی سے گلہ نہ تھا

ہر اک قدم اُٹھا تھا نئے موسموں کے ساتھ  
وہ جو صنم تراش تھا، بُت پوچتا نہ تھا

جس در سے دل کو ذوقِ عبادت عطا ہوا  
اُس آستانِ شوق پہ سجدہ روانہ تھا

آنہی میں برگِ گل کی زبان سے آداؤوا  
وہ رازِ جو کسی سے ابھی تک کہا نہ تھا

## آج بھی

ہم نے جانا کہ ہم  
اپنے ہر قرض سے اب بکار ہیں  
ہر تدبیح کی فیمت ادا کر چکے  
دل سے عذر دفا کر چکے  
عزمِ ترکِ حظا کر چکے  
اب توجینے کے ہم بھی سزاوار ہیں

اور یہ دل کہ ضمہ می ہے، نادان ہے

آج کے دور میں

جب خلوص و وفا و محبت بھی فرمان ہے

آنسوؤل تک کی فتیمت ہے، میرزاں ہے

اور یہ دل — اسے آج بھی

ایک بے ساختہ، بے محابا نبسم کا ارمان ہے

## ام مصطفیٰ سادہ ۵۰۰

اے مصطفیٰ سادہ کوئی فرمان تنا!  
اب رسم مدارات، دعائیں نہ سبیلیں  
کافی ہیں نگاہوں کو نگاہوں کی فصیلیں  
اب فاصلہ حدِ ادب راز نہیں ہے  
اب عرضِ سخن، تا بِ نظر کچھ بھی نہیں ہے  
وہ یاس کا عالم ہے خبر کچھ بھی نہیں ہے  
شہپر کو ابھی حسرت پر دا ز نہیں ہے  
کچھ رنج نہ شکوہ ہے کوئی داد نہ فریاد

وہ شور کہ اب کوئی بھی آواز نہیں ہے  
 بے ساختہ انکار کی جڑات بھی نہیں ہے  
 وہ منزلِ عرفان ہے کہ حیرت بھی نہیں ہے  
 اب مرحلہ نکلت گل آتے نہ آتے  
 اب نکلت گل نامہ محبوب نہیں ہے  
 بے چین کرن کلبیہ احزال سے نہ جمجوکے  
 یادوں کے لیے اب کوئی مہمیز نہ ہوگی  
 اب درد کی سوغات سنپھالی نہیں جاتی  
 آ جاتے ہوا کا جو کوئی شوخ سچونکا  
 دستک میں کسی ناز کا انداز نہ ہوگا

اب دل کے دھڑکنے کی صدای تیز نہ ہوگی  
فرقت میں ابھی رنگِ حنا تک نہیں جلتا  
مژگاں پہ سریشِ مدمیاتک نہیں جلتا  
اب دھشتِ دل، شورشِ عالم کچھ بھی نہیں ہے  
اب حرمتِ جاں دیدہ نہم کچھ بھی نہیں ہے  
اب آئے تو آتے مرے خوابوں کا سیحا!



مطلوب زندگی کو ابھی امتحان نہیں  
اب تک متارع درد سے دل پیدگماں نہیں

جو برج خشک تنہ ہو اؤں کی زند پر تھا  
وہ آشنائے راز کماں ہے کماں نہیں

دیکھو تو ہر جیسی پر ہے اک آشناسی لو  
سوچو تو آس پاس کوئی راز داں نہیں

چپروں کا رنگ دیکھو، نگاہوں کی بات سُن  
وہ بے زبان نہیں جو ترے ہم زبان نہیں

ہر لمحہ اک صدی سا گزارا ہے کرنے  
دل کو نداشتِ نفس رائیگاں نہیں

اک دوسرے کا حال، چلو ہم ہی پوچھ لیں  
شب کا سفر طویل ہے، افسانہ خواں نہیں

دیوارِ شب وہی ہے، جمالِ سحر وہی  
شیئے نہیں رہے ہیں کہ سنگِ گراں نہیں

گزرے ہزار قافیے جس راہ سے آدا  
اُس راستے میں ایک بھی سنگِ ٹشاں نہیں



پھول صحراؤں میں کھلتے ہوں گے  
آکے بمحض ہوتے ہلکتے ہوں گے

کتنی دیران گزر گا ہوں سے  
سلسلے خواب کے ہلکتے ہوں گے

آس ٹوٹے گی نہ جی سنبھلے گا  
چاک دل بھی کیس سلتے ہوں گے

صبح زندگی میں بھی ہوتی ہو گی  
پھول مقتل میں بھی کھلتے ہوں گے

غُل تِم تو دا قف بِر  
۳۵

ہم بھی خوشبو ہیں، صبا سے کہیتو  
ہم نفس روز نہ ملتے ہوں گے

اجنبی شہر میں اپنوں سے آدا  
اتفاقاً بھی تو ملتے ہوں گے

۱۹۶۸



مزاج و مرتبہ حپشہ نم کو پہچانے  
جو تجھ کو دیکھ کے آئے تو ہم کو پہچانے

ملا ہے درد بھیں درد آشنا کی طرح  
بجلاء ہوا کہ خلوص کرم کو پہچانے

ہزار کو سس بگاہوں سے دل کی منزل تک  
کوتی قریب سے دیکھئے تو ہم کو پہچانے

غزالاں تم تو راقف ہر  
۳۴

یہ خود فربیب اجائے، یہ ہاتھ ہاتھ دیئے  
دیئے بجھاؤ کہ انسان عنسم کو پہچانے

بہت دنوں تو ہواں کا سہم نے رُخ دیکھا  
بڑے دنوں میں مستارع قلم کو پہچانے

۱۹۶۸

## آپلہ پا

دیدار کی ساعت نہ جدائی کی گھٹی ہے  
الزام ہی الزام ہے دلداری محل  
ہر موجہ ریگ گزرائ آپ ہے ساحل  
نگ سر را ہے نہ غبارِ سرِ منزل  
ذنجیرِ سیاپاں مرے پیر دل میں پڑی ہے

## دل ضمہ می ہے

دل ضمہ می ہے  
اس کو کچھ نہ کمو  
آئینوں سے چہرے مانگے  
اور ناکام بھرے  
چہرول میں آئینے ڈھونڈے  
اور بدنام رہے  
زخوں کی ٹیسیں سہتا ہے  
کر چیں، کنکر، کا نئے چُن کر

غزال تم تو دا قف ہو

۳۰

خوش رہتا ہے

رہ لینے دو

جانے کن لمروں بہتا ہے  
جو کتا ہے کہ لینے دو!

اس کو کچھ نہ کرو!

۱۹۶۸



وہ اعتمادِ خوتے ستم بھی بہانہ ساز  
یہ افتخارِ کرب و الم بھی بہانہ ساز

کچھ رُبٰت بنالیے ہیں چنانیں تراش کر  
دل بھی بہانہ ساز ہے، غم بھی بہانہ ساز

خود اپنے راستوں میں جلاتے رہے چراغ  
عذرِ دوف و دیدہ نہ بھی بہانہ ساز

وہ بھی حصارِ ذات میں تھنا تھا آج تک  
دلدار می نگاہِ کرم بھی بہانہ ساز

کچھ دور ساتھ ساتھ تھے، آتا تو یاد ہے  
صحرائے غم میں نقش قدم بھی بہانہ ساز

سب سے بڑا فریب ہے خود زندگی ادا  
اس حیلہ جو کے ساتھ ہیں ہم بھی بہانہ ساز

○

کہتے ہیں کہ اب ہم سے خطا کا رہت ہیں  
اک رسم دفا کھتی سو فادار بہت ہیں

راہوں میں کوئی آبلہ پا اب نہیں ملتا  
رستے میں مگر فتنہ سالا رہت ہیں

دیوار سے ڈھائے نہ گئے درد کے رشتے  
اب بھی غم ہجرات کے طلبگار بہت ہیں

غزالاں تم ترافق ہو

۲۴۳

کیوں اہل دن باز محنت پیدا دنگاہی  
جینے کے لیے اور بھی آزار بہت ہیں  
ہوتا ہے آدا آج بھی زخموں سے چراغان  
ارزاں ہے جو شئے، اس کے خریدار بہت ہیں

## کوئی آہ میں

تو کہ ہے شناورِ تشنہ لب  
رجو دقار د حرمتِ داستان  
وہی حرفِ مصل د بے زبان)  
تری تشغی نہ مٹ سکا  
کوئی جبِ محج، کوئی بادیہ  
تو جمال دلب، روز و شب  
تو شعاعِ حیرت اؤلیں  
تو صمیمِ ساعتِ واپسیں

تو شیمِ درد، دعائے دل  
 تو قبَّتے لالہ حناءَ گل  
 بہ جمالِ جبالِ غشمِ محترم  
 بہ زوالِ جبالِ رمِ دم بہ دم  
 تر سے پاس کا سہ چشم میں  
 کئی شب چراغ نہاں رہے  
 وہ سختے خاکِ راہ کا قرض بھی  
 وہ جو نعمتِ جمال سے گراں رہے  
 یہ جو گونج سی ہے زماں مکاں  
 یہی تھہ بہ تھہ ترمی حنمشی

تری روشنی تری تیرگی  
 تری تشنگی ترا راحمہ  
 تو وہ رہ نور دِ رہ طلب  
 کجھی چاک چاک ہے پیرن  
 کجھی داغ داغ ہے روح وتن  
 تو حریف بھی ہے، جیب بھی  
 تو مسح بھی ہے، صلیب بھی  
 کجھی چاک دل کو رفوکیں  
 کجھی نذر خون گلوکیں  
 بہ خردش جاں بیم بے کرال

عزاں تم تو واقف ہو

۳۸

بے سکوتِ جاں لبِ ذہ خواں  
ہے سیاہی دلِ اہر من  
ہے صداقتِ لبِ انہیا  
جاں قدسیوں کے جلے ہیں پر  
وہیں ثابت ہے ترا نفقش پا  
تجھے کون آ کے بتائے گا  
تجھے کون راہ دکھائے گا  
کوئی آئینہ، کوئی آئینہ

۱۹۶۸

## سوادِ شب

لوگ کہتے ہیں کہ رونے سے سکون ملتا ہے  
 آج کی رات ہے تاریک، صافت بھی گھری  
 جیسے سینے پپ کوئی برف کی سلسل آن پڑی  
 اب نہ دیدار کا ہرثہ، نہ جُدایی کی گھری  
 اک خلش سی ہے جسے نام کوئی دے نہ سکوں  
 نہ رفاقت، نہ مردّت، نہ محبت، نہ جنوں  
 کچھ تو ہو گرمی محفل کا بہانہ ساختی  
 جی بدل جائے گا، زخموں کی نمائش ہی سی

بارشِ نگ سے ہر پیکرِ گلِ زخمی ہے  
 کہیں آدرش ہے گھاٹ کہیں دلِ زخمی ہے  
 سوچتی ہوں کہ کہوں بھی تو بخلاف کس سے کہوں  
 ان میں وہ نگِ ملامت بھی تو شامل ہوں گے  
 جن کی زد پر سبھی اپنے ہیں کوئی غنیمہ نہیں  
 پھول سے ہاتھ میں سپھر کی خراشیں ہی گینوں  
 درد چمکا ہے اندھیرے میں تو جی ٹھرا ہے  
 بوگ کہتے ہیں کہ رونے سے سکوں ملتا ہے  
 میں وہ بے صبر کہ جیئے کے بہانے ڈھوندوں

ایک غنچہ نظر آئے تو بس راں سمجھوں  
 میں تو آنسو کو بھی رہبر کوں، منزل چاون  
 اپنے بیگانے کی تینیز کیس ہوتی ہے  
 پھول جس شاخ پہ منکے وہ جیس ہرتی ہے  
 جس کسی لفظ میں پائی ہے صداقت کی مہک  
 میں نے اس لفظ کے قدموں پر جیس رکھ دی ہے  
 جس کسی آنکھ میں دمکھی ہے مردودت کی جھلک  
 میں نے اُس آنکھ کی حرمت کی قسم کھانی ہے  
 کسی مانچے پر دمکتی ہوئی شبیم سی کرن  
 اُجلہ اُجلہ سا کسی لبھ کا بے ساختہ پن

کوئی نادان تھت، کوئی معصوم لگن  
 مجھ کو انس کے تقدس کا دلاتے ہیں یقین  
 زندگی دستِ طلبگار سے کچھ دور نہیں  
 اب کے تقدیرِ انھیں ہاتھوں سے زنجیر کرو  
 جاں مگارو! کوئی چارہ کوئی مہبیر کرو  
 تیشہ حرفِ شکایت سے کوئی رات کٹی  
 آج کی رات ہے تاریک، مسافت بھی کڑی



جی نہ چاہا اُسے بھلانے کو  
اک گھروندار ہاہے ڈھانے کو

اک ستارہ مرڑ پہ روشن ہے  
اک دیا رہ گیا بُجھانے کو

ہاتھ کا نٹوں سے کر لیے زخمی  
پھول بالوں میں اک سجائے کو

ریزہ ریزہ بمحرگیں انساں  
گھر کی دیرانیں اس جانے کو

آن سوؤں کو ترس گئیں آنکھیں  
لوگ سنتے رہے دکھانے کو

سانس کی بات ہو کہ اس آدا  
سب کھلونے تھے ٹوٹ جانے کو

## الفتح

ابھی کل کی بات ہے ہم نوا!  
مرے پاس میرے می نگاہ بھتی  
جود فتار بھتی، جو پناہ بھتی  
وہ نگاہ کشتی فسون جاں  
ترے درد سے مرے درد تک  
وہی رنگ تھا، وہی روپ تھا  
کبھی زخم زخم پہ نہ خواں  
کبھی بس سچاہل عارفان

جو کلی کلی کون سیم بھتی  
 جو رحیم بھتی، جو کریم بھتی  
 وہ سفیر جاں، وہ خبیرِ دل  
 ترا آئی نہ، مرآ آئی نہ  
 وہ نگاہ تیسری نگاہ بھتی  
 وہ نگاہ میسری نگاہ بھتی  
 یہ مسافر ان بردہن پا  
 اسی اک نگاہ کی ہیں جھلک  
 وہیں ہیں لباس شعاع میں  
 جہاں را کھ آٹی بھتی پلک پلک

یہ مشیلِ ذرہ ناتواں  
 جو زمیں کی کوکھ سے پھوٹ کر  
 بہ جمالِ غشم، بہ فسونِ جاں  
 بہ کرشمہ ہائے جنونِ جاں  
 بہ ہوائے رنجِ نورِ لما  
 ہے دراز درد کا سلمہ  
 یہ مسافر ان بربنہ پا  
 یہ بلاکشانِ خجستہ پا  
 یہی طالب ان نگارِ صبح  
 یہی وارثانِ شہزادِ صبح

پئے کوہ سارِ افق بڑھے  
 لب جو سارِ شفقت چلے  
 چلے ہیں یہ کہ ہے روشن ابھی خیال کی لو  
 اُسی نگاہ کی مشعل، اُسی حبّال کی لو  
 یہیں کہیں پیرِ آفتاب کھوئی مختی  
 جہاں پہ ڈوب گئی ہے، وہیں سے انہرے گی  
 شفقت سارنگ گھلا ہے بدن بدن کے لیے  
 گلوں نے آج تک چاکِ پیر ہن نہ سیئے  
 لہو لہو ہیں جو چھرے تو رنگ زرد نہیں  
 دریدہ پیر ہنوں کی جبیں پہ گرد نہیں

سفرنامہ

# صشم کہ دل کی سر زمیں (بنکاک)

صشم کہ دل کی سر زمیں

صشم کہ دہ بنی ہوئی

سمجھی ہوئی

سنگھار روپ جیسے شاخِ گل سی دیو داسیاں

ن شاطِ رنگِ موجود نغمہ گرفناہ خواں

وہ روشنی کہ آنکھ اُٹھا کے دیکھنا محال ہے

وہ رگہز رکہ راہ میں بچھی ہوئی ہے کیکشان

وہ رات جس پہ دن کا ہو گماں

یہ رنگِ دنور کا سماں

کہ جنتِ جمال ہے

سکونِ دل قرارِ جاں

ر سکونِ دل قرارِ جاں

مر نے نصیب میں ابھی کہاں)

رچی ہوئی بھار کی قدم قدم پہ لو

یہ خبرِ گی کا دشت بے کراں

کہ ہانپئے لگے نگاہِ راہرو

میں اجنبی دیار سے بھلا

کھوں تو کیا کھوں

نہ جانے میرے گھر ابھی

دیا جلا بھی یا نہیں جلا۔!

## رسم تعارف

(ٹوکیو)

اے بھاراں بھاراں نگر !

ککشاں ککشاں راہ میں

ہم بیباں نور د آتے ہیں

تیر سے سرشار جلوں کی درگاہ میں

ہم اندر ہیری رتوں کے سپیران درد آتے ہیں

رات کے درد سے تو بھی آگاہ ہے

تیر سے ما بختے پہ بھی گردہی گرد بھتی

تیری جھولی میں بھی راکھ ہی راکھ بھتی

آنچلوں کی وحشک بجھ گئی  
 عارضوں کی شفقت بجھ گئی  
 تو نے جھیلیں کڑے وقت کی زہرا فشا نیاں  
 جنگ اور موت کی قبر سامانیاں  
 تیرا ہیر دشیما  
 زخم ساز خم تھا  
 اے نگارِ حیات آشنا !  
 رات بھی کٹ گئی  
 گرد بھی چھٹ گئی  
 زخم بھی بھر گئے

ہے جمالِ تمنا ثبات آشنا  
تیر می کرنوں کا رقصِ صبا زندہ ہے  
تیرے پھولوں کا رنگِ حنا زندہ ہے  
تیر می گلیوں میں اے واد می مہرباں  
زندگی سے ہمارا تعارف ہوا۔!

## تصادِ رنگ (داشنگٹن)

دہی نقیبِ صبح نو  
کہ روئے آفتاب تیرگی کی اولٹ ہے  
دوارع شب کی ساعتیں  
روہ جن کا انتظار عمر بھر رہا)  
دہی شفقت کی آبجو  
دہی سفیدیہ صبا  
دہی جمالِ رو بر د  
دہی سیاہ پسیرہن کی سرخ وزرد گوٹ ہے

ہزار کوس میرے سامنہ چل کے آئی ہیں  
مری سحر کی سرخیاں  
مری طویل رات کی سیاہیاں  
بھار کی ہنسی وہی  
خزاں کی بے لبی وہی  
وہی طلب — کرناز جو  
وہی حیا کی آرزو  
وہ نگاہ کے فنوں کا رنگ ہے  
وہ رنگ سرخ دار غواں  
جو میرے خون کا رنگ ہے

جو میری آنکھ، میرے دل سے پھوٹا رہا  
 تری جبیں پہ فخر و انبساط و زندگی کی تو  
 غزوہ رشہ پر می کی صنو  
 تری سحر بھی گل عذار و لالہ رو  
 مری سحر بھی میرے عکس خواب سے لہو لبو  
 شفقت نہادِ رنگ ہے  
 اُفت سوادِ رنگ ہے  
 یہ اتصالِ رنگ بھی مگر تضادِ رنگ ہے  
 تری سحر کے پاس میرے دن کی روشنی نہیں!

## جسم تماشا

(واشنگٹن)

نار سادستِ تماش کی طرح

آشنا زخم تماش کی طرح

سرخ ہوتا ہے سحر کا آپھل

اجنبی منبر و محراب و دریچہ تاباں

ساعتِ طالع بیدار پہ نازاں نازاں

اپنے قد سے بھی فرا اور بلند دبالا

سُورج اُبھرا تو جینیوں سے کرن بھی پھوٹی  
 دھوپ حمکی ہے تو آنگن میں اجالا امدنا  
 اور کچھ دُور — بہت دُور نہیں  
 شوخ زنگین اجالوں کے قریں  
 کتنے گھرے ہیں دھوئیں کے بادل  
 ہم نے تو پھر بھی کھلونوں سے بدلنا چاہا  
 شرگل میں ہمیں خوبصورتے دنایا د آئی  
 ارض کشیرے دنام تک  
 امن کے خراب سے نیپام تک  
 ماند پڑتی ہوئی چپروں کی جلا یاد آئی

غزالاں تم تر واقف ہو  
۱۸

دیس پر دیس کے زخموں کی حنایاد آئی  
دل کی کیا بات سدا سے پاگل  
سرخ ہوتا ہے سحر کا آنچل !

(دشمن ۱۹۶۹)

## دید کا لمبھ

(مسجد حضرت ایوب انصاری) استنبول

دید کا لمبھ مرے پاس اکیلا آیا  
تو جہاندارِ نظرہ تھا مگر ساختہ نہ تھا  
میں وہ باہوش کہ دیوار بنی جاتی تھی  
خامشی عشر صہ پیکار بنی جاتی تھی  
جانے اس وقت تجھے کس کی تمنا ہو گی  
چاندنی چھٹکی ہے، کس گھر کا اجالا ہو گی  
تونے اس آن نہ جانے کے دیکھا ہو گا  
کون سارنگ ترے ناز کو چھتا ہو گا

ناز بردار بھتی اُس وقت کے سحور بھتی میں  
 تو مرے سامنے آیا تو بہت دور بھتی میں  
 عکسِ خورشیدِ جگر تاب بھاتا مہ پارا تھا  
 میری پلکوں پہ دمکھت ہوا انگارا تھا  
  
 یہ خرابہ ترے ہوتے ہوتے آباد نہ تھا  
 دید کا لمحہ مجھے یاد بھت ا تو یاد نہ تھا  
 اور پھر دل نے وہ بھولی ہوئی آداز سنی  
 بیعت درد کی کس ناز سے تجدید ہوئی  
 وہ فسول ساز، جنزوں ریز، سکوں بارصدہ  
 وہ جو ہر جذبہ نامصلحت اندریش کے ساتھ  
 وقت کے دشت بلا خیز میں کھو جاتی ہے

اور دانائی کا بوسیدہ بادھ اور ہے  
 راہر دنگ نشان ڈھونڈتا رہ جاتا ہے  
 وہ جو کھولی بختی مری روح کے سناٹوں میں  
 آپ ہی آپ سے دل میں اُترنے آئی  
 جانے یہ میں نے کیا، تو نے کیا، کس نے کیا  
 شعلہ رُخ کو کبھی آئی سنہ پردا نہ ہوا  
 میں محبت ہوں، محبت میں کمال آندیشے  
 تو صداقت ہے، صداقت کے ہزاروں چپرے

١٩٦٩  
|  
١٩٨٠

عزالاں تم تو واقع ہو  
”

ابھی تو شبِ خوں نہیں ہوا ہے  
ابھی تو رُّ صبایحِ افسوں نہیں ہوا ہے  
ابھی تو شبِ خوں نہیں ہوا ہے  
ابھی گلوں کی بہنگی کو  
رولتے نکلیں نہیں ملی ہے  
حصارِ زندگی میں نکھلت گل  
ابھی مقید نہ ہو سکی ہے  
ابھی نگہدہ بے زبان نہیں ہے  
ابھی وفا بدگماں نہیں ہے

ابھی ترے مولفہ کی جنبش  
دلوں کو مریم بنی ہوتی ہے  
خود ابِنِ مریم بنی ہوتی ہے  
ابھی منی کے ہر نفس سے  
چراغ جلتے ہیں انجمن میں  
ہزار جلووں کی دھڑکنیں ہیں  
ہمارے لفظوں کے پیرین میں  
یہ خود کلامِ عجیب لمحے  
جو سانس لیتے ہیں پھول بن میں  
جنوں کی بے صبر چاند نی پر

خود کے سائے نہیں پڑے ہیں  
 اچھوئے خوابوں کی اور ہنسنی پر  
 لبو کے چھینٹے نہیں پڑے ہیں  
 ابھی تو ارمان جاگت ہے  
 ابھی ہے آئینہ مصحفِ رُخ  
 ہر ایک پیمان جاگتا ہے  
 متاعِ غنم ہے ابھی سلامت  
 کریم وغفار ہے محبت  
 بڑی مقدہ س ہے یہ امانت  
 ہما سے مہاں اس ایک شب تو نجوم اور ماہتاب ہوں گے

لہو میں رقصان ہیں جو شرارے  
وہ رشکِ صد آفتاب ہوں گے  
اس ایک دن تو دلوں کی راہیں دلوں تک استوار ہوں گی  
یہ چند لمحے، یہ چند گھنٹیاں  
حیات سے مستعار ہوں گی  
ہماری اپنی شمار ہوں گی



گفار میں بے ساختہ پن اب بھی وہی ہے  
چپ ہیں کہ تب و تاپ سخن اب بھی وہی ہے

لطفوں کے تراشیدہ صنم چپ تو نہیں ہیں  
لچے کی درخشندہ کرن اب بھی وہی ہے

اب بھی وہی میلے ہیں سرداشتِ تمنا  
حیران غزالوں کا وطن اب بھی وہی ہے

بدلے تو نہیں ہیں وہ دل و جاں کے قربینے  
آنکھوں کی جلن دل کی چھن اب بھی وہی ہے

کیا اب بھی دیتے نقش کفت پا کے نجھیں گے  
ہر سلسلہ کوہ و دمن اب بھی وہی ہے

اور اق گل دلالہ بھم اب بھی نہیں، ہمیں  
اندازِ نہالاں چمن اب بھی وہی ہے

اب کے بھی علاج دل خوددار نہ ہو گا  
اے چارہ گرو! درد شکن اب بھی وہی ہے

طبعیاں آنا ہو کہ سر ایمگی جاں  
یا رب! ترا شہ پارہ فن اب بھی وہی ہے



یہ حکم ہے تری را ہوں میں دوسرا نہ ملے  
شیسم جاں! تجھے پیرا ہن صبا نہ ملے

بُجھی ہوتی، میں نگاہیں، غبار ہے کہ دھواں  
وہ راستہ ہے کہ اپنا بھی نقش پانہ ملے

جمال شب مرے خوابوں کی روشنی تک ہے  
خدا نکر دہ چپے اغوش کی لوٹڑھانہ ملے

قدم قدم مری دیرائیوں کے رنگ محل  
دلوں کو زخم کی سو غات خروانہ ملے

تم اس دیار میں انساں کو ڈھونڈتی ہو جہاں

وف نالے تو بہ احساں مجرما نہ ملے

گئے دلوں کے حوالے سے تم کو سچپا نا

ہم آج خود سے ملے اور والہا نہ ملے

کدھر سے نگ چلا تھا آدا کساں پینچا

جو ایک ٹھیں سے ٹوٹیں، انھیں بہانہ نہ ملے



اوروں سے داستانِ بھار و صبا کیسیں  
دل بھی تو ساختہ ساتھ ہے، اس دل سے کیا کیسیں

جو شاخِ گل ہے، آج بھی کاسہ بدست ہے  
کس دل سے ہم سیاست آب و ہوا کیسیں

آنگن ہے لالہ رنگ شیدوں کے خون سے  
پت جھڑ میں شاخ شاخ کو دستِ دعا کیسیں

اس دور بے وفا میں یقین کس کو آتے گا  
ہم تو لمو کے رنگ کو رنگ خا کیسیں

بِدْلَنْ نَهِيْسْ ہُوتَے ہیں جمَالِ حِيَاةٍ سَے  
اب تک تری نگہ کو دفا آس شنا کیں

ہم ساتھ اپنی شام و سحر لے کے آئے تھے  
شہرِ نگار و مگل کی حکایات کیا کیں

آنچھیں ادا س ادا س ہیں چپڑہ بچھا بچھا  
شام فراق : پھر بھی تجھے مرحب کیں

## میری مجبور وفا

اور تو کیا تھام رے پاس بھلا

نازِ متنّا کے سوا

میرے خوابوں کے سحرگنگ کنوں

میرا سرمایہ بختے

میری مجبور وفا!

آج وہ بھی منقل پہنچے!

## لہو لہور استے

آؤ صفت بستہ بہ تنکریم کھڑے ہو جاؤ  
 آؤ اُس عنصرے عماز کا دیدار کرو  
 جس کو پوچا ہے، اُسی بُت کا نظارا ہو گا  
 آج کے روز تو آنکھوں پہ نہ پردا ہو گا  
 اب کہاں ہے کہ متارع دل جان لے کے چلیں  
 ہاتھ خالی ہیں مگر جنسِ گراں لے کے چلیں  
 اپنا سر ما یہ یہ دامان، یہ در پیدہ آنچل  
 اس قدر سادہ نہیں، اتنا بھی کم ما یہ نہیں

ہے یہ تاریخ کے بے باک اجالوں کا امیں  
 اس کے ہر تاریں خور شید ڈیکے ہیں دیکھو  
 اب بھی روشن ہیں وفاوں کے مقدس آنسو  
 میرے قاتل، ترے ہاتھوں سے پیکتا ہے لبو  
 اتنی ارزش تو نہ بھتی خونِ جبگر کی فُرخی  
 تنگ دامال بھی نہیں میرا دریدہ پُلو  
 عہد در عہد ملا دستِ حنافی کو حنراج  
 سجد در سجد ہوا خاک نصیبوں کا علاج  
 روز تصنیف ہوئے عرضِ دفا کے نسخے  
 عصر در عصر چلے نازِ بتاں کے چرچے

بے نواہیں کہ تجھے صوت و نواہی دی ہے  
 جس نے دل توڑ دیئے اس کو دعا ہی دی ہے  
 وہ جو طوفان کو سفینہ کبھی س حل سمجھے  
 پورشِ قطرہ شبنم سے خفا کیا ہوں گے  
 ایک بار اور حابِ دل و دلدار کرو  
 نقدِ جاں مذر ہوئی، جس لیقیں لے کے چلو  
 جملہ ناز سے آتے ہیں بلا وے۔ اب کے  
 آخری بار چلو۔ آخری دیدار کرو

کس کس نے ساتھ چھوڑ دیا دھوپ چھاؤں میں  
ذکرِ وفات نہیں ہے ہماری خطاؤں میں

موج ہوا بھی ریست کی دیوار بن گئی  
ہم نے خدا تلاش کیا ناخداوں میں

شاید ادھر سے فت فلہ رنگ و بوگی  
خوشبو کی سکیاں ہیں ابھی تک ہواوں میں

اب کے صبا کی زم مزاجی کو کب ہوا  
بکھرے پڑے ہیں تازہ شگوفہ ہواوں میں

مقدور بھر جو راہ کا سپھر بنے ہے  
وہ لوگ یاد آتے ہیں اکثر دعاوں میں  
  
دیرانیاں دلوں کی بھی کچھ کم نہ تھیں آدا  
کیا ڈھونڈنے کئے ہیں صاف خلاوں میں

## گواہی

رینقِ دشتِ تمنا ! مسح عرصتِ جاں  
مرے جبیب، یہ دل تیرے ناز پر فتر باب  
مرے لہو سے تری پور پور ہے زخمی  
سُلگ رہا تھا اسی اک دیئے سے میرا مدن  
خدا نکر دہ مری آپنچ تجھ تک آ پہنچے

تو خود حريمِ محبت، تو قبده گاہِ دفا  
محبھے تو آتا ہے ہر رنگ زندگی کرنا

کبھی کو تو جو پیشی ماں ہوا تو کمیا ہو گا  
 میں بے تاش بھی سہی بے زیاد بھی ہوں لیکن  
 میں حرفِ شوق بہ نام بیاض سادہ ہوں  
 مرے جدیب، مرے کج کلاہ، دیکھ تو لے  
 میں سر کیفت ترمی چوکھٹ پہ ایستادہ ہوں  
 ترمی نگاہ نگاہوں سے کیوں نہیں ملتی  
 یہ خون فرض تھا مجھ پر، ادا کیا میں نے  
 یہ خون قرض تھا مجھ پر، چکا دیا میں نے



نازِ دفا کا بُت بھی ہمیں توڑنا پڑا  
لوگوں اسکت دل سے بردا سانحہ ہوا

چاروں طرف ہتھی ریت، بہت تیز ہتھی ہوا  
دل میں چھپا لیے ہیں تمہارے نقوش پا

خود پر بھی اجنبی کا شبہ ہو گیا، ہمیں  
اُس دوپر نگر میں اندر ہیرا بلہ کا مھا

یارب! مجھے بتا کہ مرے عہد کا مسح  
اپنی صلیب آپ کہاں تک اٹھائے گا

پوچھے گی کس سے اب کے صبا گھر کا راستہ  
ہم نے تو اپنا نقشِ قدم تک مٹا دیا

اب کے بھی ہاتھ ہاتھ فروزاں ہے چراغ  
اب کے بھی فصلِ گل کور ہا انتظار سا

میں بھتی فرازِ کوہ سے پامال ہمک دا  
سایا مرا گلی میں مجھے ڈھونڈتا رہا

١٩٨١

١٩٨٢

## ناپشیماں

تمہاری جس تجوہ مجھے  
کہاں کہاں لیے پھر می  
مجھے وہ دن بھی یاد ہے  
بچھڑتی ساعتوں نے سکیاں بھریں  
رفاقتیں صدائیں دیتی رہ گئیں  
” یہ نکستوں کے قافلے  
پلٹ کے پھر نہ آئیں گے  
یہ اک سحر طلوں پھر کبھی نہ ہو سکے گی سوچ لو

اس ایک دن اس ایک شب  
 سوچاری حکمرانیوں میں ارض و مہر و ماہ ہیں  
 ستارے گرد راہ ہیں  
 نیا افق نظر کی انتہا ہے، ابتدائیں  
 یہ لالہ گوں شفقت طلبِ رنگ کے سوانحیں  
 کہاں چلیں۔“

ہر بھرے سوچر کی فہریاں  
 اُداس چھاؤں دُور تک مجھے بتانے آئی تھی  
 کہ راہ میں فقط گھنے درخت ہی نہیں  
 بدلتے موسموں کی سختیاں بھی ہیں  
 دشت بے امال بھی ہیں

مرے نجیف بازوؤں کو چوم کر  
 مرے قدم پہ شاخ شاخ جھک گئی تھی پیار سے  
 ۔ دکھتے ریگ زار میں  
 سراب بھی فرات بھی  
 فرات کے سبو میں لشنگی بھی ہے  
 لباس ذات میں ہے پوری کائنات بھی  
 تو کائنات ذات کی شکست دبر بھی بھی ہے  
 بجھر گئیں اگر تو کیا کرو گی تم  
 تمام کر چیاں نہ چن سکو گی تم ۔  
 کلی کلی کی حشتم تر  
 اُندھتے آنسوؤں کو پونچھ کر

دعا میں دیتی رہ گئی  
 یہ جانے کیوں مجھے یہ اعتبار تھا  
 مکینِ دل! صبح جاں!  
 لمبھیں بھی میرا انتظار تھا  
 طویل رہ کے پرچ و خم  
 مرے فگار جسم ناتوان سے ثرمسار ہیں  
 مسافتوں کی گرد سے  
 مری جبیں کارنگ اور بھی نکھر گیا  
 صعوبتوں کی دھوپ میں  
 مرے غدر کا جمال اور بھی سنور گیا  
 تھارے سامنے کھڑی ہوئی

میں داد خواہ بھی نہیں  
کچھ استیاہ بھی نہیں  
تم آج بھی مرے ہر ایک خواب سے حیں ہو  
کہ آج بھی مری نگاہِ شوق کا لپکن ہو  
مختاری آرزو مجھے  
جهان بے جہات میں  
زمال زماں لیے پھرمی  
مری طلب کا ناز آج تک شکست آشنا نہ تھا  
وہ کوتا فنا نہ تھا  
جو میں نے مصحفِ نیاز میں لکھا نہ تھا  
تم اس قدر خموش ہو کہ کیا کہوں

وہ دلنوازی فسول  
خدا نکر دہ کس عبارِ مضمحل میں کھو گئی  
تم آج میرے سامنے ہو میرے اپنے اجنبی!  
نہ جانے آئیتہ شکستہ ہے  
کہ آج تھک گئی ہوں میں — !؟



حدود ذات کے صحراء میں کیوں گنو اُ مجھے  
تم تارا خواب ہوں، تم تو نہ بھول جاؤ مجھے

صبا کی راہ میں ٹوٹیں گلوں کی زنجیریں  
نازِ عشق ہوں، معبد میں کیوں سجاوے مجھے

تمام عمر کا حاصل ہے، بے رخی ہی سی  
زہے نصیب امقدار کو سونپ جاؤ مجھے

تم تارا عہدِ وف ہوں، تم تارا نازِ جنون  
ترپ پاٹھو گے مرے زخم اگر دکھاؤ مجھے

یہ تیرگی سرِ مقل بڑی غنیمت ہے  
خود اپنے دیدہ عنماز سے چھپاؤ مجھے

میں معجزہ ہوں دفاوں کی بیس کرائی کا  
اُبھی ہے وقت، ابھی اور آزماؤ مجھے

یہ کیا جبر ہے، حد نگاہ بھی تم ہو  
نظر اُھٹا کے جو دیکھوں، نظر نہ آؤ مجھے

پلک پلک پہ تمنا کا فتہِ حن باقی ہے  
حصارِ شب میں آدا شوق سے جلاؤ مجھے



نہ بام و دشت، نہ دریا، نہ کوہ سارے ملے  
 جنوں کی راہ بھتی حالات سازگار ملے  
 لبوں پہ حرفِ شکایت بھی آکے ٹوٹ گیا  
 وہ خود فگار تھے جو ہاتھ سنبھار ملے  
 ادھر فضیل شبِ عُم، اُدھر ہے شہرِ پناہ  
 صبا سے کبیتو، وہی آکے ایک بار ملے  
 یہ بے لبی تو مرے عہد کا مقدر تھی  
 دلوں کو دارِ غتماً بھی مُستعار ملے

ہتھیلیوں پر چراغِ دعا سجائے ہوئے  
 ملے بخارِ بھاراں تو شرمار ملے  
 کوئی تو راہِ مقنّا میں ہم سفر ہوتا  
 کوئی تو کوئے وفا میں خطاشعار ملے  
 محبتتوں سے تو پلے ہی کیا تو قع بھتی  
 مردوں کے بھی دامان تار تار ملے  
 میں کیسے اپنے خدوخال آج پہچاون  
 جو آئینہ ملے، آلوڈہ غبار ملے  
 مری طلب کی یہ معراج ہے کہ عجز آدا  
 جدھر سے گزر دوں، وہی ایک رنگزار ملے

## شب چراغ آج کہاں سے لاوں

شب چراغ آج کہاں سے لاوں  
کل اُجالے مری مژگاں پہ اتر آئے بھتی  
رات پُر ہول نہ بھتی  
قلب دیران نہ بھتی  
آئینوں نے غم جانان کی شہادت دی بھتی  
آنکھے نے کوئے نگاراں کی بثارت دی بھتی  
شعلہ خوں کے ایا غ آج کہاں سے لاوں  
شب چراغ آج کہاں سے لاوں

اب یہ مژگاں ہیں کہ نیزے کی آنی ہو جیے  
آسماؤں سے فقط خاک چینی ہو جیے  
آئینے گرد ہوتے  
دل ہے آپ اپنی صلیب  
روزِ محشر بھی نہیں زحمتِ غم بھی نہ رہی  
فرصتِ غم بھی نہیں، خستِ غم بھی نہ رہی

## کیوں۔؟

تم جو قاتل نہ میسا بھرے  
نہ علاج شب بھرا نہ غم چارہ گراں  
نہ کوئی دشمن پہناں  
نہ کبیں خجھر سم آلو وہ  
نہ قریب رگ جاں  
تم تو اُس عمد کے انساں ہو جے  
داد می مرج میں جینے کا ہزار آتا تھا

مَذْقُولُونَ پِلَے بُھِي جِب رَخْتِ سَفَرْ بَانِدْھَا تَهَا  
 لَا تَهْجِب وَسْتِ دُعَائِتْ اَپِنَے  
 پَاؤں زَنجِيرَ کَے حَلْقُوں سَے كُٹے جَاتِي تَهَا  
 لَفْظٌ تَعْقِيرَتْتَهَا  
 آوازِ پَهْرَ تَعْزِيرَيْں بَخْتِيَّاں  
 تَمْ نَے مَعْصُوم جَارِتَ کَی بَحْتِي  
 اَكْ تَنَّا کَی عِبَادَتَ کَی بَحْتِي  
 پَابِرْ مَهْنَة تَحْتَهَا مَهْتَارَے  
 بَيْيِ بُوسِيدَه قَبَا بَحْتِي تَنْ پَهْرَ  
 اورْ هَبِي سَرَخْ — لَهُوَ کَے دَجْهَتَهَا

جھیس تحریر گل ولالہ کہا تھا تم نے  
 ہر نظارہ پے نظارگی جاں تم کو  
 ہر گلی کو چہ محبوب نظر آئی بھتی  
 رات کو زلف سے تعبیر کیا تھا تم نے  
 تم بھلا کیوں رسن و دار تک آپنے ہو  
 تم نہ منصور نہ علیسی بھڑے۔!



آرزو صبا جیسی پیسر ہن گلوں ساتھا  
زندگی امانت بھتی، درد خود میجا تھا

ہم اگر نہ آ جاتے، ساکھ ختم ہو جاتی  
آئینہ جہاں بھی تھا، ریزہ ریزہ کبھرا تھا

دل کماں دھڑکتا ہے پتھروں کے سینے میں  
مرٹ کے دیکھنے والو، کس کی سمت دیکھا تھا

تم بھی توڑ جاؤ گے نا تو ان سواروں کو  
ہم بھی بھول جائیں گے، دل نے کب یہ سوچا تھا

آندھیوں میں بکھرا ہے اب درق درق جس کا  
حرف حرف اس دل پر وہ صحیفہ اترافت

بس کیس فضیلوں کے کچھ نشان باقی ہیں  
شہر کس طرح اُجڑا، آگ بھتی کہ دریا متحا

جادۂ تمسّق سے دار کی بلندی تک  
جانے والے چاپ پہنچے، فاصلہ ہی کتنا تھا

ہم نے سونپ دی جس کو کائناتِ جاں اپنی  
وہ خدا نہ متحا لیکن کس قدر اکبر ملا تھا

## کوئی پیماں نہیں

آج دامن کش کوئی پیماں نہیں  
زخم جاں سے بھی گھر میں چراگاں نہیں  
شہرِ دل کے لیے کوئی فرماں نہیں  
آج ہر مر باں ہاتھ ہے خوں چکاں  
اب کوئی دشمن بے اماں  
آستینوں میں پہماں نہیں  
رشمند درود فرسودہ زنجیر بھتی  
آج زنجیر توڑی گئی

پیار کے گیت ہنڑوں پہ ہیں منجمد  
 آج احساس کی رسم دیرینہ چھوڑی گئی  
 آج حسن و صداقت کو کیا ہو گیا  
 آج نازِ محبت کو کیا ہو گیا  
 عارضِ گل کا رنگِ جناکیا ہوا  
 صرصرِ غم! غزوہِ صبا کیا ہوا  
 میرے رہبahan و سرو و سمن کیا ہوتے  
 وہ جمال و وقارِ جمپن کیا ہوتے  
 آج کھیتوں میں نفرت کی فصلیں اُگیں  
 میرے اپنے درختوں کی شاخیں صلیبیں بنیں

میرے پچوں کو کسی امانت ملی  
 خوں میں لمحڑا ہوا یہ سیہ پیر ہن  
 میری نسلوں کو میری وراثت ملی  
 میری مٹی کی خوشبو کہاں کھو گئی  
 میری آنکھوں کے دیپک بجھے کس طرح  
 میرے آنسو لئے ہیں فناں کھو گئی  
 آج تاپ مدارات مژگاں نہیں ।

## تو جانتا ہے

مجھے منظور بھتی راحت نہ سکونِ ابدی  
میں گناہ کار مجھے سوزِ رہناں کافی تھا  
میری دارستگی جاں کو  
جهانِ گزرال کافی تھا  
عشرتِ درد کو سمجھا تھا خزینہ اپنا  
میں نے سونپا تھا محبت کو سفینہ اپنا  
تونے دیکھا مرے ماتھے پہ لمو کا قشقة  
میری آزر دہ سہیلی میں لمو کی مندی

میری مجبور نگاہوں میں لہو کا نوحہ  
 مسری چاہت بھی مرے خواب کرم بھی گھائی  
 حد تو یہ ہے مرے غم بھی گھائی  
 پس زندگی میں سر و در بیجاں  
 لالہ و گل مرے زنجیر بکف دیکھئے ہیں  
 جانے کس ہاتھ نے، تو جانتا ہے  
 میرے آنگن کے اجالوں میں لہو گھول دیا  
 اور میں زندہ ہوں  
 زندگی کے کمیں مجھ سے بھی ہدف دیکھئے ہیں؟

## آج کی رات کتنی تھا ہے

آج کی رات کتنی تھا ہے  
 ہم بھی تھا میں، دل بھی تھا ہے  
 قطرہ قطرہ بھی ہے آنکھوں میں  
 درد کی آپنی روشنی کی طرح  
 مبخرتیرگی ہے چار طرف  
 آج کس درستے مانگنے چاہیں  
 نرم احساس زندگی کی طرح  
 غم ہی ہوتا تو عمگار آتے  
 سحر کی رات ہم گزار آتے



دلوں کی راکھ، غبارِ جیس کی بات کرو  
 جہاں لٹے ہیں، اسی سر زمیں کی بات کرو  
 ہمارے بعد و ناؤں کے دل پہ کیا گزری  
 محبتوں کے دم آخسریں کی بات کرو  
 شفقت سے ڈوبتی کرنوں نے کیا کہا ہو گا  
 جراحتِ نگہِ واپسیں کی بات کرو  
 رفیقِ دشمن تمناً ابھی خموش نہ ہو  
 جنوں کا ذکر جزوں آفریں کی بات کرو

کرنی بسیل، کوئی چارہ جی بھر نے کو  
 جھنوں نے توڑ دیا دل انھیں کی بات کرو  
 مرے لمحے کمیں تو کھنے گل دلالہ  
 بہ بیادِ ہم نفساں آتیں کی بات کرو  
 صنم کرد دل نے نئے بست سجا لیے ہونے گے  
 تم آج اپنی متارع جبیں کی بات کرو  
 مژہ کو قرض تمنا انھی چکانا ہے  
 کھنڈر کے سائے میں شہریں کی بات کرو  
 صلیب شاخ سے سائے کی آرز و بھتی آدا  
 کمال سادگی رہ نشیں کی بات کرو

عزم تو دا اقت ہو

۱۲۳

## کفارہ

دل

جو تم نے توڑ دیا ہے

اب سیلے خوابوں کا کفارہ ہے!

۱۹۷۲

١٩٨٣

## اے شہر عزیزیاں

اے صبح وطن! تیرے اجالوں کی تمنا  
 کل بھی میرے رستہ ہوئے زخموں کی خناہتی  
 کل بھی مری رہبر بھتی ترے نام کی خوشبو  
 اور آج بھی دی ہے تری حرمت پہ گواہی  
 اے صحنِ جمین! تیری بھاروں کی لگن میں  
 کس دشیت بلا خیز سے گزرے ترے رہرو  
 تشریحِ حزوں کرتے رہے پاؤں کے چھالے  
 اور اراقِ گلِ ولالة کی مدھم نہ پڑھی کو

اے صبحِ تمناً تری را توں کے مسافر  
 خونناپڑ مژگاں کے سہارے بھی چلے ہیں  
 کوئندی ہیں کبھی درد کی کرنیں سرِ مقلت  
 پروالوں کی صورت کبھی چبچپ جلے ہیں

پینچے ترے پنڈار کی چاہت میں کھان تک  
 رسوا بھی سرِ کوچہ و بازار ہوتے ہیں  
 دنیا نے سنے حلقو زنجیر کے نوچے  
 تھائی زندگی کے خریدار ہوتے ہیں

دیکھئے مرے گھائل مرے جیران غزالہ  
 صد چاک ہیں دل آج بھی ویران نہیں میں  
 آزردہ درماندہ دپائنسہ سلاسل  
 پاپنڈ سلاسل ہیں پشیمان نہیں ہیں

اے شہر عزیزاں! ترے ناموس کی خاطر  
 ہم جاں سے بھی گزرے تو کوئی بات نہیں ہے  
 ابھرے گا انہی ہیر دن سے ترا نیستہ باں  
 اس رات کے بعد اور کوئی رات نہیں ہے

اے منزلِ ارمائ تے سونج کی صنیا سے  
دکیں ترے قریے، ترے کوچے تری گلیاں  
روشن تری عظمت کے سراغ اور زیادہ  
اکرام پدام ترے لمحے تری صدیاں



وہی ناصبوری آرزو، وہی نقش پا، وہی جادہ ہے  
کوئی نگب رہ کو خبر کرو، اسی آستان کا ارادہ ہے

وہی اشکِ خون کے گلاب ہیں، وہی خار خار ہے پیرین  
نہ کرم کی آس بجھی ابھی نہ ستم کی دھوپ زیادہ ہے

ابھی روشنی کی لکیری سر رگہزار ہے جاں بلب  
کسی دل کی آس مٹی نہیں، کمیں اک دریچہ کشادہ ہے

تنِ زخم زخم کو چھوڑ دے مرے چارہ گر مرے مہرباں  
دل داغ داغ کا حوصلہ تری مرحمت سے زیادہ ہے

جو نظر بچا کے گزر گئے تو نہ آ سکو گے پٹ کے تم  
بڑی محترم ہے یہ بے بسی کہ خلوصِ جاں کا بادھ ہے

یہی زندگی ہے بُری بھلی، یہ کشیدہ سر، یہ برهنہ پا  
نے غبارِ راہ سے مصنحل، نہ سکونِ جاں کا اعادہ ہے

مرا فتحارِ وفاتک مجھے راس آ نہ سکا آدا  
ترانام جس پر نکھا رہا۔ وہ کتاب آج بھی سادہ ہے



دل پر جمالِ زخم کا احساں کوئی تو ہے  
کچھ بھی سی بہارِ بدآماں کوئی تو ہے  
اک چھوٹا ہے وہ زینتِ گیسو سی، مگر  
اس انجمن میں چاک گر بیان کوئی تو ہے  
رونے کا حصہ تو کسی آنکھ کو ہوا  
لوگو! وداع درد پہ حیراں کوئی تو ہے  
کالوں میں گونجتی ہے بڑی آشنا صدا  
دیران بستیوں میں غر لخواں کوئی تو ہے

اب تو ادا بیاں بھی نہیں دل کے آس پاس  
 ہم سانگر میں بے سرد سامان کوئی تو ہے  
 جو شارخ گل صلیب ہے، دستِ دعا بھی ہتی  
 پے چار گئی حسن پریشان کوئی تو ہے  
 اک آستان ملا تھا، اُسی آستان کی خیر  
 ہے روشنی سی شام غربیاں کوئی تو ہے  
 مدت کے بعد سکر ہے، پلکیں تو نم ہو میں  
 تحفہ برائے نذرِ عزیزاں کوئی تو ہے  
 اندر من ز دل بھی ادا بے سجدتی  
 اس کنج عافیت میں بیباں کوئی تو ہے

ہم نے بھلاکس سے کما!

ہم نے بھلاکس سے کما!

کرتے رہتے ہم سُر بھر

کس رگبز ر کی جستجو

آنکھوں سے کیوں ادھل ہوا

منسوب جس کے نام تھی

ہر روشنی، ہر آرزو

سفاق تھی موجود بلا

مرگِ متبا عام تھی

چپ چاپ ہم کس کے لیے  
تحامے رہے جلتے دئے  
دیکھو کہ پھر صیقل ہوئے  
شروع کے آئنے  
آتی رُتوں کی آہٹیں  
بیتے دنوں کے نفتشِ پا  
دیکھو کہ وہ آرامِ جاں  
ہم پر ہوا پھر مہماں  
ہم نے بھلا کس سے کہا!



دول کی عرضِ تمنا کو اور کیا کنا  
 کبھی کرن، کبھی شبتم، کبھی دعا کنا  
 ہزار دشت اس اک مختصری راہ میں ہیں  
 شیم جاں کو نہ بھولے سے مر جا کنا  
 چلا گیا ہے جو آکر، ہوا کا جھونکا تھا  
 کبھی سکوم اسے کنا، کبھی صبا کنا  
 چلے جہاں سے مسافروہ گھر کا آنگن تھا  
 جہاں پہنکے گریں، اُس کو نقش پا کنا

چو زندگی بھی نہیں تُریجِ زندگی بھی نہیں  
 اُسی کو آج بھی کتنا جو آسرا کہنا  
 نہ جانے کتنے چراغوں کا خون ہوا ہو گا  
 نہیں ہے سهل کسی دل کو بے دفا کہنا  
 بیہ میرے عہد کی، یا خود مری کیا نہ تھی  
 جو دسترس سے ہر باہر اُسے خدا کہنا  
 ہمارے نازِ طلب کا بھی ذکر تو ہو گا  
 کھنڈر کی اوٹ میں بجھتا ہوا دیا کہنا  
 مجسنوں سے پوچھو ادا اب کے ساحلوں کا پتہ  
 نہ راس س آیا سفینے کو ناحندا کہنا



گلوں کو چھپو کے شیمِ دعا نہیں آئی  
کھلا ہوا متحا در پیچہ، صبا نہیں آئی  
ہوائے دشت! ابھی تو جنزوں کا مردم متحا  
کھاں تھے ہم، تری آواز پانہیں آئی  
ابھی صحیفہ جاں پر رسم بھی کیا ہو گا  
ابھی تریاد بھی بے ساخنہ نہیں آئی  
ہم اتنی ددر کھاں تھے کہ پھر ملٹ نہ سکیں  
سوا دشہر سے کوئی صد انبیں آئی

سما ہے دل بھی نگر تھا، رساب سا بھی تھا  
 جلا تو آپنے بھی، اہلِ دن بھی نہیں آئیَ  
 نہ جانے تافلے گزے کہ ہے قیامِ بھی  
 ابھی چراغ بجھانے ہو انہیں آئیَ  
 بس ایک بار منایا تھا جشنِ محرّمی  
 پھر اُس کے بعد کوئی ابتلاء نہیں آئیَ  
 ہمچشمیوں کے گلابوں سے خون رستار لے  
 مگر وہ شوخی رنگِ حب نہیں آئیَ  
 پیورِ دل سے نہ مانچی گئی مرادِ آدا  
 بر سے آپ ہی کالی گھٹا نہیں آئیَ



جو مر باب الفاظ تھے کس نے، کس نے کے  
یوں منتظر تیرے یئے، اے نامہ بڑا، ہم بھی رہے

تو دل کے چالے کیا کیم کیوں ناصلے ڈرختے رہے  
دشتِ دفا کے مرحلے کس آس پر جی نے سے

راتوں کے سائے رتح گئے پیکوں کی بھیگی چھاؤں میں  
اُ جلی رُتوں کی چاہ میں آنکھوں کنوں جلتے رہے

بے نام سی اک آرزو، بے تاب سی اک تشنگی  
اپنی کہانی زندگی کس سے کہے، کیسے کہے

غزال تِم تو داقف ہو  
۱۹۲

بیتے ہوتے لمحوں کا یہ احسان بھی کم تو نہیں  
گھر میں اُجالا کر گئیں مسکی ہوتی یادیں گے

خوابوں کی یورش میں آدائم سے بھی کیا دیکھا گیا  
بھیگ کا تھا آپنجل کونا، کس آنکھ سے آنسو بھے

## اُن جانے لگن کا نام نہ لو

کسی خواب لگن کا نام نہ لو  
اُن جانے لگن کا نام نہ لو  
تم جی کی لیگی کو کیا سمجھے  
بیاں وھیاں وچار بھی روگ بنے  
اور جیون بھر کا سوگ بنے  
یہ دھرتی اپنی دھرتی ہے  
بیاں بیلا چمپا جو ہی ہے  
تم پھول چینو، خوشن کام رہو  
بے آس جیو، بے نام رہو

ہم گیانی دھیانی تم سے کیسیں  
پٹ من نگری کے بنہ رہیں  
یہ من جو بھولا بھلا ہے  
ظالم بھیبدوں کی دُنیا ہے  
آن بُوچھا ہے آن جانا ہے

بیاں کون مختارے نگ چلے  
بیاں کچھی کوپل پاؤں متلے  
اس نگری جھاڑ بول ملیں  
برچھی کی آئی پر بھول کھلیں

یہاں راگ جلے یہاں رنگ جلے  
 کیس روپ جلے، کیس انگ جلے  
 جب آنکھ جلے تو ساکھ جلے  
 جہاں آگ بجھے وہاں راکھ جلے

اس راکھ کے ڈھیر ملے چیون  
 پھر روپ نگ درپن درپن  
 پھر نین کنوں درشن درشن  
 من پنجھی اپتا آپ گلگن

غزال تم تواصف ہو

۱۹۶

## تم نے ایسا کیوں سوچا تھا

تم نے ایسا کیوں سوچا تھا  
خوابوں کی مala ٹوٹی تو  
خالی ہاتھوں لاج آئے گی  
گونجی ہو جائیں کی آنکھیں  
گیت سے خوشبو کترائے گی  
رنگست پھیکی پڑ جائے گی  
خوابوں کی مala ٹوٹی تو  
تم نے ایسا کیوں سوچا تھا  
آرزوں کے راج دو محلے  
بن جائیں گے ریت گھر ندے

آنگن ریت کا سگر ہو گا  
 چاند کی کشتی کیوں اترے گی  
 شبسم جلوں کو تر سے گی  
 چاہت دیپک راگ نہ ہو گی  
 آنسو تک میں آگ نہ ہو گی  
 آئی نہ ویران رہے گا  
 روپ نگر جیران رہے گا  
 خوابوں کی مala طویل تو  
 تم نے ایسا کیوں سوچا تھا  
 تم تو میرے پاس ہوا بیک  
 موقعی میری جھولی میں ہیں

○

لُو دے اُ بھٹے جو اشک تو حُن پیاں کمول  
میں تو بصد خلوص تھیں مھر بیاں کمول

دل بھی اُ داس اُ داس ہے، غم بھی بجھا بجھا  
آیا نہیں جو گھر میں، اُ سے میہماں کمول

عرضِ دفا کو لوحِ مقدار بھی مان لوں  
قتل آنا کو حادثہ ناگہاں کمول

اُ مددی ہوئی گھٹا کو بر سنا ضرور تھا  
کیوں انہتائے درد کو جی کا زیاں کمول

عزاں تم تو دافت ہو  
۱۳۹

انسان تو مراد بھی پتھر سے مانگ لے  
میں سنگِ رہنمای کو سنگِ نشان کھوں

دل با مراد ہو کے بھی کچھُ شادماں نہ تھا  
آزارِ جاں کے، کسے آرام جاں کروں

کچھ آپنخ، کچھ چمک سی آدا ہر نفس میں ہے  
اب ہر نفس کو زندگی جادو دال کروں

۱۹۶۳

## اندازِ نقشِ رپا

یہی بھتا احوال دل فگاراں

یہی مدارست درد بھراں

وہ جب نئی ممزالوں پلی بھتی

شگفتہ حیرانیاں — کرن سی

قدم قدم اس کی ہم سفر ہتھیں

دھنک سے آنچل میں پھول بھی ہتھیں

ہٹیلی را ہوں ببول بھی ہتھیں

ہزار جلوے ستھے جسم و جاں کے  
 ہزار آئینے روپرو ستھے  
 کہ دھڑکنیں اُس کی راہ بھر تیں  
 وہی ہے سرشار می تمنا  
 وہی ہے اندازِ رہ نور داں  
 نہ خاک بر سر نہ چاک داماں  
 وہی ہے کوتے نگارِ حیرت  
 حدودِ شہر فسوں سلامت  
 جنوں کی حسید کرم نہیں ہے

## دوسر اقدم

یہ شوخ لال اور ہنی  
 جو مامتا کی چھاؤں میں  
 گلاب سے اُلچہ گئی  
 نگہ سے پھوٹتی کرن  
 بیوں پہ کھیلتی ہنسی  
 یہ میرے گھر کی چاندنی  
 مری سحر کی روشنی  
 جمال شہر آبرد  
 غدر حرف آرزو

یہ پارہ جبکہ مرا  
فنا نہ دگر مرا  
ہے مستحباب ہر دعا  
مری نظر، مری نوا  
ہر ایک خواب دلربا  
امر ہوا، امر ہوا  
چسرا غما تھا ہاتھ ہے  
تسلیم حیات ہے  
دھ بامداد ہو گئے  
جو مر کے بھی نہ مت سکے

## رخصت

اے میھاں، آہستہ جا

کچھ دیر تجھ کو دیکھ لون، کچھ دور تیر اساتھ دوں

جانا تو ہے تجھ کو مگر آرام جا، آہستہ جا

اے میھاں، آہستہ جا

دل پر ہیں قدموں کے نشان، مثل صبا آہستہ چل

آنکھیں بچھی ہیں راہ میں دامن کشا، آہستہ جا

اے میھاں، آہستہ جا!

چھلکے کا مکھڑا پھول سا، گونجیں گی آوازیں تری  
دور می کا اندلسیہ نہیں، خواب پر وال آہستہ جا  
اے میہماں آہستہ جا!  
کرنوں کو یادوں کی طرح راہ سفر آسان ہے  
تو مہرِ تابانِ حیاتِ مہربان آہستہ جا  
اے میہماں، آہستہ جا!  
یہ گھر ترا، آنگنِ تزا، اُنے نکستِ آراستہ  
اب منتظر تیری نمودِ گلستان آہستہ جا!  
اے میہماں، آہستہ جا!

اک بار مر کر دیکھ لے، آنکھوں میں آنسو تو نہیں  
 تو منزلوں کی آرزو ہے بے گماں، آہستہ جا  
 اے میجاں، آہستہ جا!  
 ہمراہ تیرے، رحمتِ ربِ کریم و مهر بال  
 تجھ پر بہارِ زندگی ہو گل فشاں، آہستہ جا  
 اے میجاں، آہستہ جا!

۱۹۶۳

(اپنی بیٹی صبیحہ کے نام)

## کہتے ہیں ۰۰۰

کہتے ہیں اب کے بھی فصلِ گل آئی تھی  
 نکتہ درنگ نے چھاؤنی چپائی تھی  
 بے کرال تھا ہر اک لمحہ منقصہ  
 کامراں تھا نگہ سے نگہ یہاں سفر  
 اب کے بھی لوح جاں پر ہولی تھیں رقم  
 حسن و تقدیس کی حبادوالہ اُتیں  
 اب کے بھی عام تھی سلبیل کرم  
 زندگی کے محبت کے سب نامہ بر

پے پے آئے تھے صفت پر صفت آئے تھے  
 دہ مزاج تمنٰ کے رمز آشنا  
 ماہ و خورشید انجمن بکف آئے تھے  
 ایک میں سمجھتی کہ محسر و م نظارہ سمجھتی  
 میسر می مجبور آنکھوں کو یہ حکم تھا  
 تو جہاں بھی رہے، جب یہ نظریں بھیں  
 تیرا پھرہ ہو جد نگاہِ دوف  
 بکھتوں کا صحیفہ نہیں پڑھ سکی  
 فرض سمجھتی ناز برداری رنگ و بو  
 فصل گل مجھ سے مایوس والپس گئی!



آنکھوں میں روپ صبح کی پہلی کرن سا ہے  
 احوال جی کا، زلفِ شکن درشکن سا ہے  
 کچھ یادگار اپنی مگر چھوڑ کر گئیں  
 جاتی رُتوں کا حال دلوں کی لگن سا ہے  
 آنکھیں برس گئیں تو نکھار اور آگیا  
 یادوں کا رنگ بھی تو گل و یامن سا ہے  
 کس موڑ پر ہیں آج ہم اے رہنگزار ناز  
 اب درد کا مزاج کسی ہم سخن سا ہے

ہے اب بھی رنگ رنگ تمنا کا پیسر ہن  
 خوابوں کے ساتھ اب بھی وہی حسن طفل سا ہے  
 کن منزلوں لٹے ہیں محبت کے قافلے  
 النال زمیں پہ آج غریب الوطن سا ہے  
 وہ جس کا ساتھ چھوڑ چکا نازِ آگئی  
 اب بھی تلاشیں رہ میں وہی راہزن سا ہے  
 شاخوں کا رنگ روپ خزاں لے گئی مگر  
 انداز آج بھی وہی اربابِ فن سا ہے  
 خوشبو کے تھامنے کو ٹڑھائے ہیں ہاتھ آدا  
 دامان آرز و بھی صبا پیسر ہن سا ہے

## دیوار

وہ روپ تو پکول اوت رہا  
 جس روپ کے ہم دیوانے تھے  
 تم سپنا بھی، تم چاہت بھی  
 پر تم کو کہاں پہچانے تھے  
 جس نگری دیپ نگھاں تھا  
 ان رستوں پہرا ناگوں تھا  
 جو جیون بھر ملکان ہوئیں  
 بیرن بھی وہی دو نیساں تھیں  
 میں آپ اپنی دیوار بنی  
 میں نیساں آگے ہار گئی



اندھیرا اتنا بڑھا، کیکھ اتھ آئی  
بیل گئی مرے گھر کی اُداس تھائی

دکھوں کے زرد و سیہ آنسوؤں میں بھیگی رُت  
ہمارے پاس چلی آئی، جب بھی گھبرائی

یہ برگِ گل سی تھنا، یہ ریگ نزاری دھوپ  
پر خوش خرام کھلے سر کھاں چلی آئی

وہ رہنگر زخمی وف کی کہ زندگی کا سفر  
درخت کا کبیس سایانہ دھوپ کجلائی

نہ کوئی زخم ہی بکھرانہ درد ہی چمکا  
ناہے اب کے برس بھی چلی بھتی پُردائی

ہمیں سے ناز اٹھائے گئے اندر ہیں دل کے  
ہمیں نے زلف شب بے قرار سلمجاتی

ہم اپنے گھر کی گلی سے قدم بڑھانہ کے  
ہم اور بامِ حرم سے آداسنا سائی!

## پلاوا

(امتاز شیریں کی یاد میں)

وہ چوچپ چاپ بھری بزم میں اٹھ کر حل دیں  
بیوں دبے پاؤں کہ جیسے کہیں آئیں نہ گئیں  
بے نیازی بھتی کم خودداری فن بھتی لوگو!  
شب کی معماں کوئی گم گشته کرن بھتی لوگو!  
زہر کا جام بھلا راس کے آیا ہے  
درو کا زہر تھارگ رگ میں لبو کے پدلے  
نا توں دل کے مگر بھر بھی وہی تیور تھے

ادروہ سوچ میں ڈوبی ہوئی جیساں آنکھیں  
نہ ہراساں، نہ پریشاں، نہ پیشیاں آنکھیں  
دہی آسودہ دمانوں سے تبسم لب پر  
زہر کا ناز اٹھایا تو کتنی عنصیر بھلے  
اتنی تنهائی کہ تنهائی بھی کو دینے لگے  
خامشی ایسی کہ مہنگامہ محشر جیسے  
یاد کے دھنڈ لے درتیکھوں میں کیسیں صفت آرا  
عہدِ ما صنی کے حیں خوابِ تنا کے مراغ  
دُورِ افق پار فردزاد کسی فردا کے چراغ

درد کی شب کو اجالوں کے نہ لیسے بٹئے  
چند روز اور امیدوں کے سہائے کئٹئے  
زندگی کو کئی راہوں سے گزرتے دیکھا  
فکران کی صداقت کونہ مرتے دیکھا  
موت پہلے بھی تو ان جیسوں کا مقسم نہ بھتی  
جانے کس دیس پہنچنے کی ہوئی بھتی جلدی  
جانے کس بزم سے آیا تھا بلا واب کے!



خود اپنی ذات سے ہیں شناسائیاں تو ہیں  
صحرا میں ہم سفر مری تنهائیاں تو ہیں

پتھر بھی برگِ گل ہیں کہ اپنی گلی کے ہیں  
آخر بقدرِ ظرف پذیراً ایاں تو ہیں

گل پیسر ہن ہے آج بھی اندازِ نقش پا  
یعنی دلوں کی حوصلہ افسرائیاں تو ہیں

چھوٹی تیوں کو ترستارہا ہے جی  
کاغذ کے برگ و گل میں بھی رعنائیاں تو ہیں

اب بھی یہ نام شکر خدا برگزیدہ ہے  
لوگوں انگر انگر ابھی رسائیاں تو ہیں

اب کے بھی فصلِ گل کی لہو زنگ تھی فضا  
میں خود جہاں نہیں، مری پرچھائیاں تو ہیں

تم ڈھونڈنے چلی ہو حنلوص نوا آدا  
شہروں میں گو سختی ہوئی شہنازیاں تو ہیں

○

نگاہ اوت رہوں، کاسٹہ خبر میں رہوں  
میں بجھتے بجھتے بھی پیرا ہن شر میں رہوں

میں خود ہی روزِ تمنا، میں آپ شام فراق  
عجب نہیں جو اکیلی بھرے نگر میں رہوں

سلگ اُھٹی تو انڈھیروں کا رکھ لیا ہے بھرم  
جو روشنی ہوں تو کیوں چشم نوہ گریں رہوں

تمام عمر سفر میں گزار دوں اپنی  
تمام عمر تمنا تے رگہز ر میں رہوں

لکھا گیا مجھے آواز خامشی کی طرح  
خود اپنا عکس بتول، سایہ ہزر میں رہوں

وہ تشنگی بختی کہ شب نم کو ہونٹ تر سے ہیں  
وہ آب ہوں کہ مقید گمر گمر میں رہوں

ادا میں نکلت گل بھی نہ بھتی، صبا بھی نہ بھتی  
کہ میہماں سی رہوں اور اپنے گھر میں رہوں

اپنا صحرابھی سامنھے ہی لائی  
میری زنجیبیر آبلہ پانی  
کس نے برتاؤ ہے نگبِ لالہ و مغل  
یہ قبا کس بدن کو راس آئی  
اتا تھا بھی دل نہ تھا پہلے  
چاند بیکلا تو رات کجلا فی  
کیوں مت کرن کرن بھٹکے  
اب تو ودے اُبھی ہے تھائی  
زندگی ! سہم تو شمار رہے  
تو بھی کچھ یاد کر کے بھچتا فی

جاگتی آنھے خواب کیوں دیکھے  
اب رہو عصر بھر تماشائی  
جتنے چہرے ہیں میرے چہرے ہیں  
آئینے آئینے سے آپنے آئی  
دل ابھی تک وفا پہ مرتے ہیں  
دشت در دشت بزم آرائی  
ساختہ آواز تک نہیں ہے ادا  
یاخدا ! میں کھال چلی آئی

# غزالِ تم تو واقف ہو...

مجست پا بجولاں بختی  
وفاصحہ اگر زیدہ  
زندگی پیجان گم گشته  
تمنا میر برب حرف خاموشی تی کیسے  
نہ جانے کون سبھل تھا  
نہ جانے کون قاتل تھا  
بیباں تو رہن درہ بہبی دل تھا

جو موٹس بختی  
تو بس سفَک تھنائی  
بھی دل تھا یہ ضمَدی اُن کھا آں جان سار شستہ  
رگِ گھل کا رگِ جان تک  
بگولوں کی ردا ادڑھے ہُوتے  
ایک دیدۂ بے خواب سے سرو چراغان تک  
انھیں بے آس ہانخوں کی  
دعاتے برگزیدہ سے جمالِ روئے تباہ تک  
لہو کے رنگ سے  
گلرنگ صحرائھا

بُدنِ لُودے اُمھا تھا  
زخمِ نفثہر پا اجالا تھا  
شب، بھراں کی دیرانی کا فرض آخڑ چکانا تھا  
کبھی تو آنے والے کو انھیں رستوں سے آنا تھا

# غالب پبلیشورز کی مطبوعات

در دکٹ	شیخ منظور الہی - ۲۰/-
لاحول ولا قوه	مشکورین یاد - ۲۰/-
سفر در سفر	اشفاق محمد - ۱۰/-
ا جلے عپمول	۳۶/- "
عطای بیئے	عطای الحق قاسمی - ۳۶/-
سرز میں حافظ و خیام	مقبول بڈانی - ۲۵/-
میں نے ڈھاکہ ڈوبتے دیکھا	صدیق سنگ - ۱۰/-
خوشبو	پروین شاکر - ۳۶/-
صلد برگ	۳۶/- "
سازِ سخن بہانہ ہے	ادا جعفری - ۳۶/-
غزالاں ثم تو واقف ہو	۳۶/- "
شہر درد	۳۶/- "
میں ساز ڈھونڈتی رہی	۳۶/- "
خذدِ مکرر	عطای الحق قاسمی - ۳۶/-
قطوں میں موت	منظف محمد علی - ۱۵/-



